کہانیاں

اعلیٰ درجہ

2023-24

مشن بنیاد
پرتھم ایجوکیشن فاؤنڈیشن

اس پیکج کی تیاری میں اہم زمہ داری: عبدالواحد خان، محمد سمیع الدین، مستان ولی، عشرت سلطانہ، سارہ فاطمہ۔

مدیر: ڈاکٹر فیاض احمد، ڈاکٹر پروین سیّد، سائرہ بانو، عبدالحسیب

تزئین کار: نصیر احمد، عبدالحسیب، شیکھر باری۔

ATISHI
आतिशी

MINISTER
GOVT. OF NCT OF DELHI
मंत्री, दिल्ली सरकार
DELHI SECTT, I.P. ESTATE
दिल्ली सचिवालय, आई०पी०एस्टेट
NEW DELHI-110002
नई दिल्ली-110002

پیارے بچّو،

آپ سب کے لیے اپنی ابتدائی تعلیم میں یہ ضروری ہے کہ آپ پڑھنے، لکھنے کے قابل ہوں اور ریاضی کے بنیادی سوالات کو حل کرسکیں۔ ان صلاحیتوں کی بنیاد پر آپ بعد کی کلاسوں میں دوسرے مضامین آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔ آپ میں ان مہارتوں کو فروغ دینے کے لئے ''مشن بنیاد'' کا آغاز کیا گیا ہے۔ جہاں تیسری سے آٹھویں جماعت تک کے بچوں کو ان کی ضروریات کو سمجھ کر سیکھنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

اس پروگرام کے ذریعے ہمارا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ہر بچّہ سیکھنے کے قابل ہو۔ مشن بنیاد کی کلاس آپ کو اُس سطح سے پڑھانا شروع کرے گی جس پر آپ ابھی ہیں اور آپ کو اُس سطح تک لے جائے گی جس تک آپ جانا چاہتے ہیں۔ اس کے زریعہ آپ کو آگے بڑھنے کا ہر وہ موقع دیا جائے گا، جس کی آپ کو ضرورت ہے۔

اس نئے سیشن میں بھی مشن بنیاد آپ سبھی کی ریاضی اور پڑھنے لکھنے کی بنیادی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لئے کام کرے گی۔ جہاں بہت سی کہانیاں، سرگرمیاں اور گیمز آپ کے سیکھنے کے سفر کو مزید ار بنائیں گی۔ مشن بنیاد کی کلاسوں میں آپ سب کو ایک ایسا ماحول فراہم کیا جائے گا جس سے آپ اپنی صلاحیت میں اضافہ کر سکیں گے۔

لہٰذا مجھے امید ہے کہ آپ سبھی بچّے مشن بنیاد کی کلاسوں میں شامل ہوکر بہت سی نئی چیزیں سیکھیں گے اور اس سے استفادہ حاصل کریں گے۔ ریاضی کے سوالات حل کرنا اور پڑھنا لکھنا آپ بہت اچھی طرح سیکھ پائیں گے اور ہندوستان کو دنیا کا عظیم ملک بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ،

atishi

آتشی

وزیر تعلیم، این سی ٹی، حکومت دہلی

عقل و فہم

ایک دن کسی تالاب پر ایک مچھیرا شکار کرنے آیا۔ تالاب میں مچھلیاں اچھل کود کر رہی تھیں۔ مچھیرے نے دل ہی دل میں سوچا، ’’ارے واہ! یہاں تو ڈھیر ساری مچھلیاں ہیں۔ کل میں بڑا جال لے کر آؤں گا۔‘‘

اس تالاب میں ایک سنہری مچھلی بھی تھی۔ اس نے مچھیرے کی بات سن لی۔ یہ بات اس نے دوسری مچھلیوں کو بتا دی۔ وہ سب پریشان ہوگئیں۔

’’اب ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں؟‘‘ سبھی سوچنے لگیں۔

سنہری مچھلی نے کہا، ’’پاس میں ایک ندی ہے۔ اس کی بہت ساری مچھلیاں میری دوست ہیں۔ ہم سب وہاں جا کر رہ سکتے ہیں۔ وہاں ہمیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔‘‘

اور سبھی مچھلیاں تالاب سے نکلیں اور ایک پتلے راستہ سے ندی میں چلی گئیں۔

اگلے دن مچھیرا آیا۔ اس نے بار بار جال پھینکا، لیکن ایک بھی مچھلی نہیں پھنسی۔

مچھیرا حیران رہ گیا۔ وہ مایوس ہو کر گھر لوٹ گیا۔

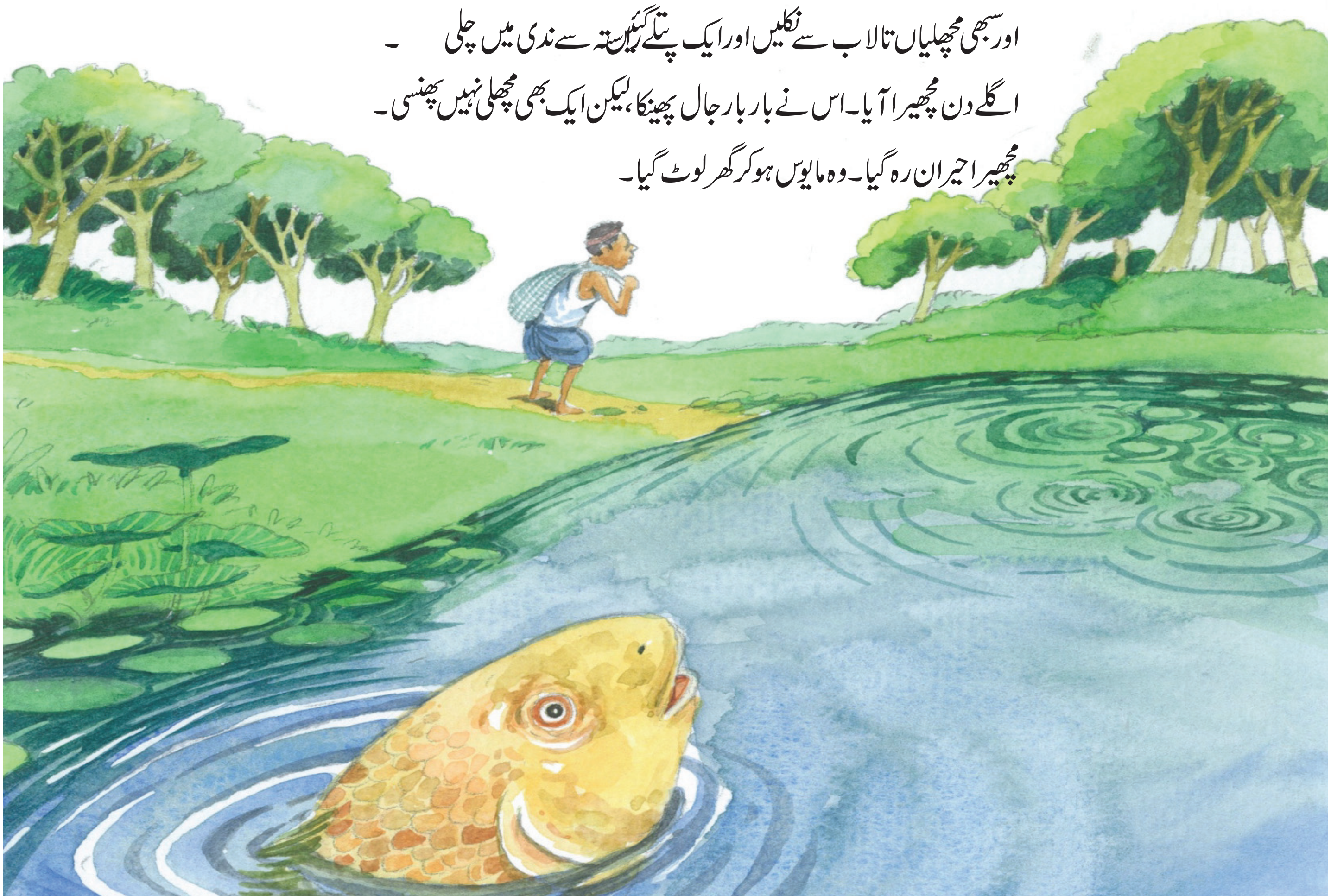

Writer : Balmiki Chauhan (Pryagraj)
Illustrator : Habib Ali

عقل و فہم

س1 مچھلیوں کو دیکھ کر مچھیرے نے کیا سوچا؟

س2 مچھلیاں کیوں پریشان ہو گئی تھیں؟

س3 پانی میں رہنے والے جانوروں کے نام لکھیے۔

س4 آپ کب کب کن کن باتوں سے پریشان ہو جاتے ہیں؟

س5 تالاب کا پانی صاف رکھنے کے لیے ہم کیا کیا کر سکتے ہیں؟

سبھی ضروری ہیں

چنٹو اور منٹو کریم نگر میں رہتے تھے۔ ان کے والد کسان تھے۔ ایک دن وہ ایک کھیت میں گئے۔ آسمان میں ایک جہاز اڑ رہا تھا۔ ان کی نظر جہاز پر ہی تھی۔ چنٹو نے گیند آسمان کی طرف اچھال دی۔ گیند بہت دور جا کر گری۔ ان کی پالتو بلّی گیند کو پکڑنے دوڑی۔

کچھ دیر بعد چنٹو اور منٹو کو خیال آیا کہ بلّی آخر ہے کہاں؟ وہ دوڑ کر اس طرف گئے۔ جب بلّی کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ بلّی ایک پھن والے زہریلے سانپ کے ساتھ لڑ رہی ہے۔ چنٹو نے ایک پتھر اٹھا لیا، لیکن منٹو نے اسے منع کیا اور بلّی کو اپنے پاس بلا لیا۔ چنٹو بول اُٹھا ”ارے! وہ سانپ کہیں جا کر چھپ گیا ہے۔ اسے مار دینا چاہئے تھا۔“ منٹو بولا، ”میں تو بھول ہی گیا تھا کہ سانپ چوہوں کو کھا کر ہماری مدد کرتا ہے۔“ اب چنٹو اور منٹو پیار سے اپنی بلّی کے ساتھ کھیلنے لگے۔

Writer : Janpad Kannoj

Illustrator : Subham Lakhera

سبھی ضروری ہیں

س1 چنٹو اور منٹو کے والد کسان تھے؟

س2 ''سانپ کو مار دینا چاہیئے۔'' چنٹو نے ایسا کیوں کہا؟

س3 چنٹو کو منٹو نے سانپ کو پتھر مارنے سے کیوں روکا؟

س4 سانپ فصلوں کو نقصان پہنچانے سے کیسے بچاتے ہیں؟

س5 کیا آپ نے کسی زندہ سانپ کو دیکھا ہے؟ اگر ہاں تو اسے سامنے دیکھ کر آپ کو کیسا لگا؟

خوابوں کی اُڑان

روحی کے اسکول میں گرمیوں کی چھٹیاں آ گئی تھیں ۔ روحی بہت خوش تھی ۔اس کی پھوپی ممبئ میں رہتی تھی ۔ روحی اپنے خاندان کے ساتھ ہوائی جہاز سے ممبئی جانے والی تھی ۔ساری تیاریاں ہوچکی تھیں ۔ روحی بہت خوش تھی ۔ وہ پہلی بار ہوائی سفر کرنے جارہی تھی ۔

ماں نے کہا،" روحی ،سوجاؤ۔صبح جلدی جانا ہے۔"

روحی نے رات کوایک خواب دیکھا۔اس نے دیکھا کہ وہ ہوائی جہاز میں بیٹھی ہوئی ہے ۔ جہاز اُڑنے کی تیاری میں ہے۔اس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ پھروہ تیزی سے دوڑنے لگا۔تیز آواز کانوں میں گونجنے لگی ۔ جہاز اُڑان بھرنے ہی والا تھا کہ اچانک زور کا جھٹکا لگا۔وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی ۔سامنے ماں کھڑی تھی وہ روحی کو جگارہی تھی،" چلوروحی ،جلدی اُٹھو۔جانا ہے کہ نہیں؟"

روحی آنکھیں ملتے ہوئے بولی،" کیا ہم جہاز میں بیٹھ گئے؟"

ماں نے ہنستے ہوئے کہا،خوابوں کی اُڑان چھوڑو۔اصلی دنیا کی اُڑان اب بھرنی ہے۔" روحی اُٹھی اور منہ، ہاتھ دھونے لگی۔

Writer : Naresh Babu

Illustrator : Habib Ali

خوابوں کی اُڑان

س1 روحی کیوں بہت خوش تھی؟

س2 روحی نے خواب میں کیا دیکھا؟

س3 روحی نے ممبئی جانے کے لیے کیا کیا تیاریاں کی ہوں گی؟

س4 آپ نے کن کن سواریوں کا استعمال کہاں کہاں جانے کے لیے کیا ہے؟

سواری		کہاں گئے	

س5 آپ اپنے کسی مزیدار سفر کے بارے میں چند جملے لکھئے۔

نہیں کروں گا مذاق

ایک میدان تھا۔ بلو بیل گھاس چر رہا تھا۔ بلو بیل کو دیکھ کر اس کی دوست بھن بھن مکھی وہاں آ گئی۔ اچانک! اسے شرارت سوجھی۔ وہ بلو کے کان پر بھن بھن کرنے لگی۔ پھر اُڑ کر اس کی سنگھ پر جا بیٹھی۔ اس طرح وہ کبھی بلو کی پیٹھ پر، تو کبھی کان پر بیٹھ جاتی۔ بلو آرام سے گھاس چرتا رہا۔ بھن بھن کی بات پر اس نے دھیان ہی نہیں دیا۔ اس بار بھن بھن بلو کے کان پر جا کر بھنبھنائی، ''میں تمھیں پریشان تو نہیں کر رہی ہوں نا؟'' ''لگتا ہے میرا وزن تم سے اٹھایا نہیں جا رہا ہے!'' وہ اتراتی ہوئی بولی، ''بس تم کچھ کہہ نہیں پا رہے ہو۔ کہہ دو، میں بالکل برا نہیں مانوں گی۔ میں کہیں اور جا کر بیٹھ جاؤں گی۔''

بلو بولا، ''تمھارے بیٹھنے سے میرے جسم پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا۔ تم بہت چھوٹی اور ہلکی ہو۔ تمھارا وزن تو میں آرام سے برداشت کر سکتا ہوں۔ لیکن تمھاری بھنبھناہٹ سے میں لاچار ہو جاتا ہوں۔'' پھر ہنستے ہوئے کہا، ''لیکن یاد رکھنا، اگر میں نے غلطی سے تمھارے اوپر اپنا ایک پاؤں بھی رکھ دیا، تو تمھارا کیا حال ہوگا؟'' بھن بھن کچھ سوچنے لگی۔ پھر کہا، ''ارے! نہیں نہیں بلو بھیا۔ ایسا مت کرنا۔ میں تو بس مذاق کر رہی تھی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ کھل کھلا کر ہنسنے لگی۔ اسے ہنستا دیکھ کر بلو بھی ہنسنے لگا۔

Writer : Anil Kumar

Illustrator : Habib Ali

نہیں کروں گا مذاق

س1 بھن بھن کو کیا شرارت سوجھی؟

س2 کہانی کے ان جملوں کو لکھیئے، جن سے معلوم ہو کہ بلو بھن بھن سے مذاق کر رہا تھا؟

س3 کچھ اڑنے والے کیڑوں کی فہرست بنائیے؟

س4 بھن بھن نے بلو کے کان میں کیا کہا؟

س5 آپ اپنے دوست کی چار خوبیاں لکھیئے۔

ایسا نہیں کرنا تھا

رادھا کے اسکول کے راستہ میں ایک ندی پڑتی تھی۔ ندی کے آس پاس کھیت تھے۔ ایک کھیت میں کدو کی بیل لگی تھی۔ اسکول سے لوٹتے وقت رادھا نے سوچا،''ماں کدو کا سالن بہت اچھا بناتی ہے۔ کیوں نہ ایک کدو لیتی چلوں؟''

اس نے پہلے ایک کدو توڑا۔ پھر دوسرا۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک کدو تھا۔

رادھا کے بال بہت لمبے تھے۔ اب اس نے تیسرا کدو اپنی چوٹی میں باندھ لیا۔ وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔ راستے میں رادھا کو پیاس لگی۔ اس نے دونوں کدو ندی کنارے رکھے۔ پھر پانی پینے کے لیے جھکی۔ اچانک چوٹی میں بندھا کدو آگے آ گیا اور تبھی زور کا جھٹکا لگا۔ رادھا ندی میں لڑک گئی۔ وہ ڈوبنے لگی۔ وہ بہت مشکل سے چوٹی میں بندھا کدو کھولا۔ جیسے تیسے وہ ندی سے باہر نکلی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا،''آج تو یہ کدو میری جان ہی لے لیتے! ویسے بھی یہ کدو میرے نہیں تھے۔ مجھے انہیں نہیں توڑنا چاہئے تھا۔''

وہ گھر کی طرف چل پڑی۔

Writer : Janpad Amroha

Illustrator : Habib Ali

ایسا نہیں کرنا تھا

س1 اسکول سے لوٹتے وقت رادھا نے کیا سوچا؟

س2 رادھا نے کدو لے جانے کے لیے کیا کیا؟

س3 ’’یہ کدو میرے نہیں تھے۔ مجھے اُنہیں نہیں توڑنا چاہیئے۔‘‘ رادھا نے ایسا کیوں سوچا ہوگا؟

س4 رادھا ندی میں کیوں گر گئی؟

س5 کیا آپ کو تیرنا آتا ہے؟ تیرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے؟ سوچ کر لکھیے۔

سمندر کی لہریں

ایک دن روہن اپنے دوستوں کے ساتھ سمندر کے ساحل پر گیا۔ موسم خوشگوار تھا۔ سمندر سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ کئی لوگ اس جگہ کے ماحول کا لطف اٹھانے کے لیے ساحل پر بیٹھے تھے۔ روہن بھی اپنے دوستوں کے ساتھ موج مستی میں مگن تھا۔

کچھ دیر بعد روہن کو بھوک لگ گئی۔ اس نے اپنے بستے سے چاکلیٹ نکالا جو لفافہ میں بند تھا۔ اس نے لفافہ سے چاکلیٹ نکالا اور لفافہ وہیں ساحل پر پھینک دیا اور چاکلیٹ کھالیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک تیز لہر کنارے پر آئی اور چاکلیٹ کے لفافہ کو سمندر میں بہا لے گی۔

روہن نے سمندر کے کنارے کی طرف دیکھا۔ سمندر کے کنارے پر بہت کچرا تھا۔ ایک کے بعد ایک لہریں ریت پر آتی گئیں۔ یہ ایسا تھا جیسے لہریں سمندر کے کنارے کو صاف کرنے اور کچرے کو سمندر میں پھینکنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

روہن نے کچھ دیر سوچا۔ پھر وہ اپنے دوستوں کے پاس گیا اور کہا، ''چلو صفائی کرتے ہیں۔'' سب صفائی میں جٹ گئے۔ کچھ گھنٹوں تک انہوں نے کوڑا اٹھایا اور کوڑے دان میں ڈال دیا۔

جب سارا کام ہو گیا اور وہ سب گھر کے لیے نکلنے لگے، تبھی روہن نے سمندر کی طرف دیکھا۔ سمندر پرسکون تھا۔ لہریں اب بہت دھیمی رفتار سے بہہ رہی تھیں۔ اچانک! ایک چھوٹی سی لہر آئی اور آہستہ سے روہن کے پیر کو چھو کر چلی گئی۔ ایسا لگا جیسے شکریہ کہہ رہی ہوں۔

Writer : Daljeet Kaur
Translator : Saira Bano
Illustrator : Partho Sen Gupta

سمندر کی لہریں

س1 روہن اپنے دوستوں کے ساتھ سمندر کے کنارے کیوں گیا؟

س2 روہن نے اپنے دوستوں سے صفائی کی بات کیوں کی؟

س3 لفظ ''سمندر'' پڑھ کر آپ کے ذہن میں کون کون سے الفاظ آ رہے ہیں؟ انہیں لکھیے۔

---------------- ---------------- ---------------- ----------------

---------------- ---------------- ---------------- ----------------

---------------- ---------------- ---------------- ----------------

س4 اگر آپ روہن کی جگہ ہوتے تو سمندر کو صاف کرنے کے لیے کیا تجویز دے سکتے ہیں؟

س5 صاف صفائی رکھنا کیوں ضروری ہے؟ سوچ کر لکھیے۔

بلیک بورڈ اور ڈسٹر

اندھیرے، نم اور ٹھنڈے کمرے میں ایک بلیک بورڈ اور ایک ڈسٹر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ڈسٹر نے بلیک بورڈ سے کہا، ’’مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں ہمیشہ کے لیے اس اندھیرے کمرے میں رہیں گے۔‘‘

بلیک بورڈ نے ایک گہری سانس لی اور جواب دیا، ’’ہاں بھائی۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ایک دن یہ نمی اور ٹھنڈک ہمیں کھا جائے گی۔‘‘

ڈسٹر نے شکایت کی، ’’ہاں دوست! وہ تمھیں اکثر رنگتے تھے، اور میں تمھیں صاف کرتا تھا۔ ہم بہت کچھ کرتے تھے جب یہ ڈیجیٹل بورڈ نہیں تھا۔‘‘

’’صد فیصد صحیح کہا تم نے‘‘ بلیک بورڈ نے کہا۔

اوپر کے کمرے میں اساتذہ اپنے طلبہ کو پڑھانے میں مصروف تھے۔ وہ ڈیجیٹل بورڈ کا استعمال کر رہے تھے۔ اچانک بجلی چلی گئی۔ اب کیا کریں؟ تبھی سب کو یاد آیا۔ استاد نے اسٹور روم کو کھولا اور بلیک بورڈ اور ڈسٹر جماعت میں لے آئے۔ بلیک بورڈ اور ڈسٹر نے کھلی ہوا میں لمبی سانس لیں، ’’پرانا ہمیشہ خالص سونا ہوتا ہے‘‘ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

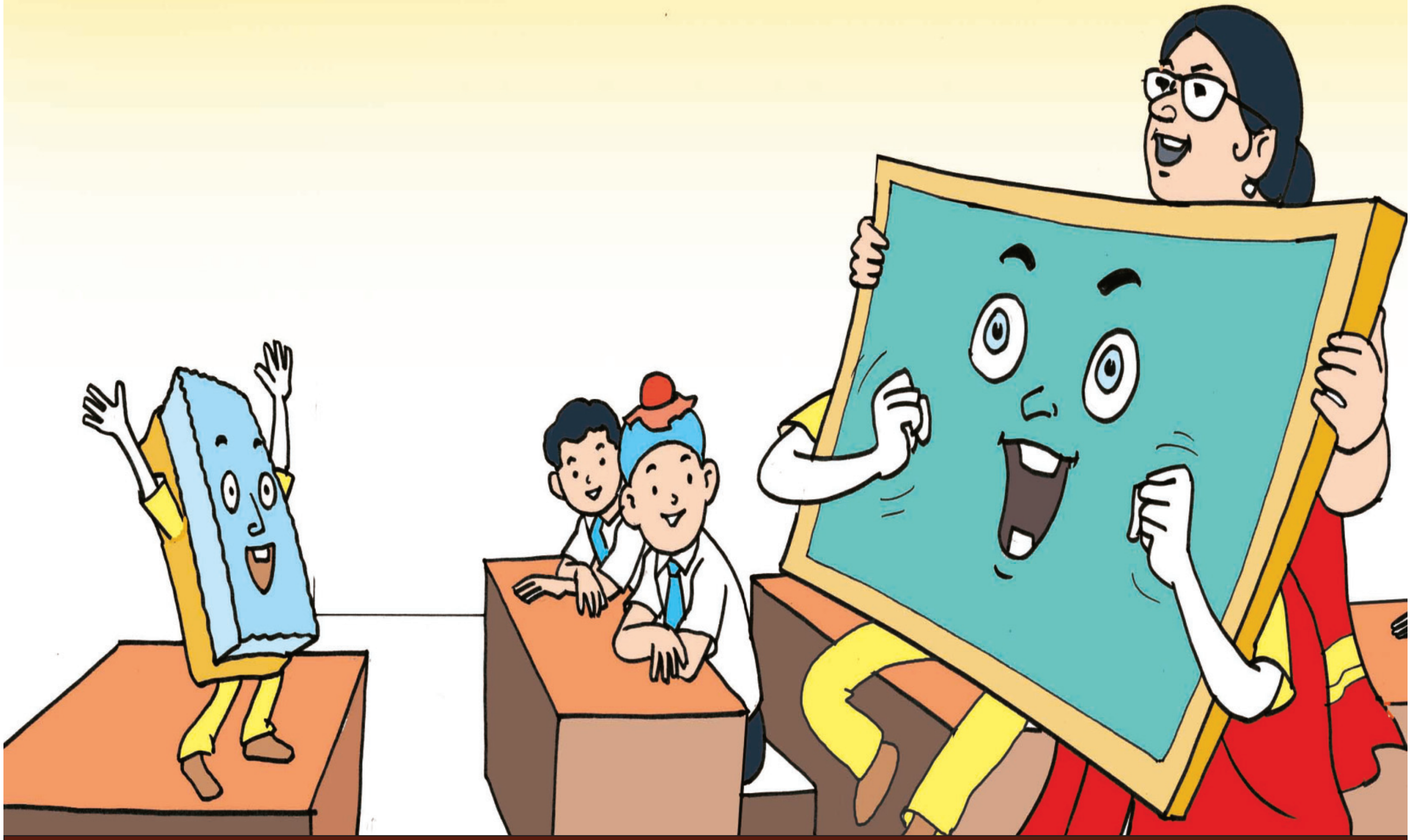

Writer : Shiv, Navdeep, Tripta Thakur Translator : Saira Bano Illustrator : Partho Sen Gupta

بلیک بورڈ اور ڈسٹر

س1 ڈسٹر اور بلیک بورڈ کہاں باتیں کر رہے تھے؟

س2 لگتا ہے ہم ہمیشہ کے لیے اس اندھیرے کمرے میں رہیں گے۔ڈسٹر نے بلیک بورڈ سے ایسا کیوں کہا؟

س3 لفظ ''بلیک بورڈ'' پڑھ کر آپ کے ذہن میں جو لفظ آ رہے ہیں، اُنہیں لکھیے۔

س4 پرانا ہمیشہ خالص سونا ہے۔اس جملے کو اپنے الفاظ میں سمجھائیے۔

س5 کہانی کے واقعہ سے متعلق اپنے کسی تجربہ کو لکھیے۔

فقیر بابا

سونالی میرے پڑوس میں رہتی تھی۔ہم ساتھ ساتھ اسکول جاتے تھے۔اسکول جاتے وقت ہمیں فقیر بابا ملتے تھے۔انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ایک دن اُنہیں گانا گاتے دیکھ کر ہم رک گئے۔ان کی آواز بہت میٹھی تھی۔گانے کا انداز بھی بہت نرالا تھا۔ہم نے ان سے پوچھا،''کیا آپ ہمیں بھی گانا سکھا سکتے ہیں؟'' فقیر بابا نے کہا،''ضرور سکھاؤں گا۔میں یہیں پرانی مزار کے پاس رہتا ہوں۔اگر آپ لوگ گانا سیکھنا چاہتے ہیں،تو آپ کو روز وہاں آنا ہوگا۔''اس دن سے فقیر بابا ہمارے دوست بن گئے۔سونالی اور میں ہر روز ان سے گانا سیکھنے جانے لگے۔گاؤں کے لوگ فقیر بابا کی مدد کرتے ہیں۔فقیر بابا کے ساتھ ان کا ایک کتا موتی بھی رہتا تھا،جو ان کی نگرانی کرتا تھا۔پانچ سال بعد ہم دونوں نے اپنے اسکول کی پڑھائی مکمل کر لی۔پھر سونالی اور میں اپنے اپنے خاندان کے ساتھ شہر چلے گئے۔تقریباً 9 سال بعد سونالی اور میں گاؤں پہنچے فقیر بابا سے ملنے۔کسی نے بتایا،''پرانی مزار کے پاس تو کوئی بھی نہیں رہتا ہے۔اس مزار کے پاس اب صرف موتی رہتا ہے۔''

Writer : Malini Mukherjee Translator : Soumitra, Saira Illustrator : Hariom Patidar

فقیر بابا

س1 فقیر بابا کہاں رہتے تھے؟

س2 گاؤں کے لوگ فقیر بابا کی مدد کیسے کرتے تھے؟

س3 سونالی اور اس کی دوست اسکول کی پڑھائی کر کے شہر کیوں چلے گئے؟

س4 نو سال بعد سونالی اور اس کی دوست کو گاؤں میں کیا کیا تبدیلیاں دیکھنے کو ملی؟

س5 شہر اور گاؤں میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں؟ لکھئے۔

شرارت کی پُڑیا

میں آج اپنے گھر لوٹا تو گھر کی حالت دیکھ کر میرا سر چکرا گیا۔ میز پر کتابیں الٹی، پلٹی پڑی تھیں۔ تکیہ جو صوفے پر رہتا تھا، وہ زمین پر گرا ہوا تھا۔ تکیہ کے ہاتھ پیر تو ہوتے نہیں جو خود نیچے گر جائے۔ ضرور یہاں کوئی آیا تھا اور جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔

گھر کے لوگ خالہ کی بیٹی کی شادی کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے اس بات پر دھیان بھی نہیں دیا ہوگا کہ گھر کتنا بکھرا ہوا ہے۔ اب اس بات کا پتہ مجھے ہی لگانا ہوگا کہ یہ سب کس کی حرکت ہے؟ میرے دماغ میں ابھی بھی یہی سوال چل رہا ہے کہ آخر یہ سب کس نے کیا ہوگا؟ یہی سوچتے ہوئے میں نے کپڑے بدلے۔ تھوڑا آرام کیا۔ پھر اپنا جاسوسی دماغ چلانے لگا۔ لیکن کچھ پتہ نہیں چل پا رہا تھا کہ یہ کیسے ہوا۔ جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو میں برآمدے میں جا کر بیٹھ گیا۔

اچانک میری نظر ہلتے ہوئے پردے پر پڑی۔ میں دبے قدموں سے پردے کی طرف بڑھا۔ پھر آہستہ سے پردہ ہٹا دیا۔ وہاں ایک بھوری بلی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ شاید وہ بھوکی تھی۔ میں نے اسے کٹوری میں دودھ دیا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ کیوں کہ میں نے جو کچھ بھی سوچا تھا، ویسا کچھ بھی نہیں تھا یہ تمام الٹ پلٹ کا کام اسی شرارت کی پُڑیا کا تھا۔

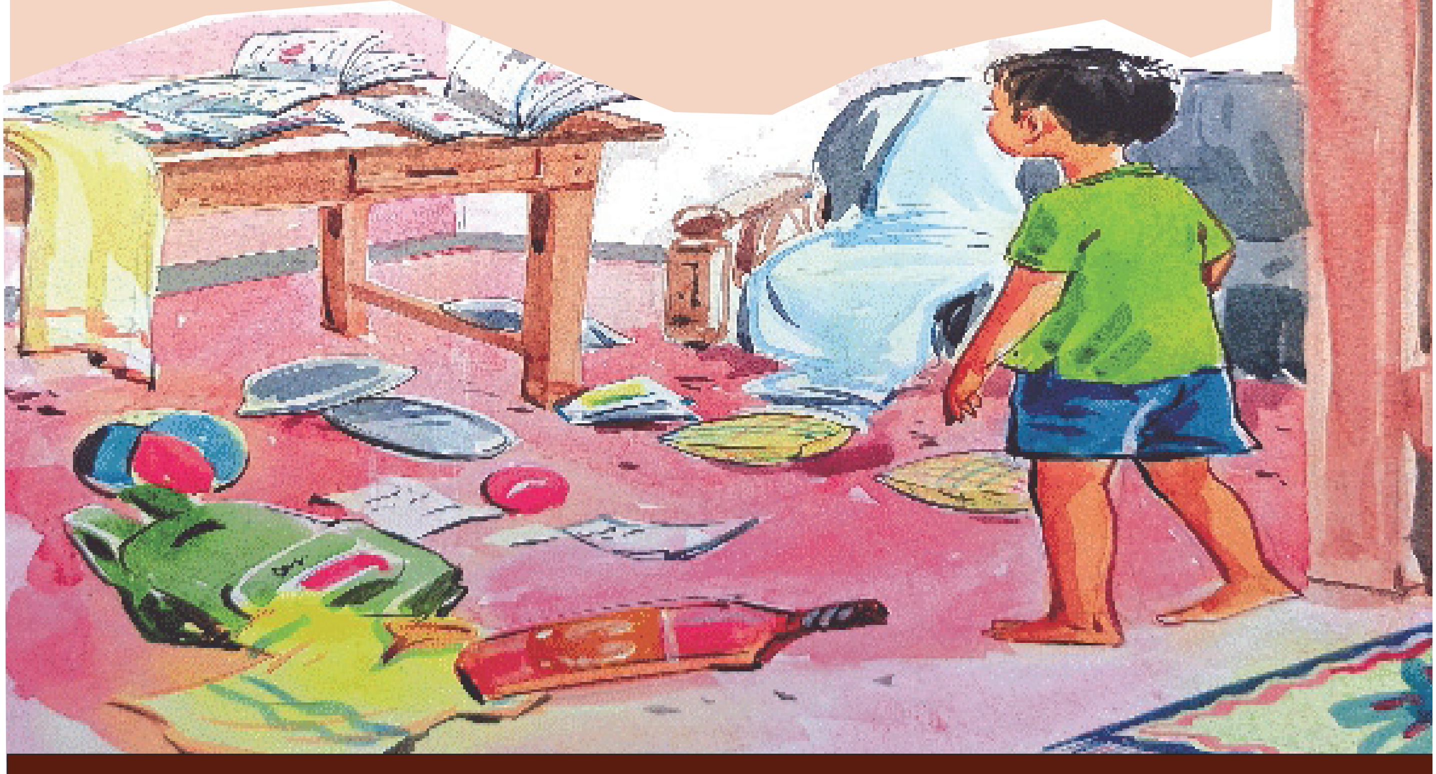

Writer : Arpan Mitro   Translator : Soumitra, Saira   Illustrator : Susanta Das

شرارت کی پڑیا

س1 کس کا سر چکرا گیا تھا اور کیوں؟

س2 بلّی نے گھر کا سامان کیوں بکھیر دیا تھا؟

س3 سر چکرانے کے کیا معنی ہیں؟ اس کا استعمال کرتے ہوئے ایک جملہ بنائیے۔

س4 کیا آپ نے کبھی کوئی شرارت کی ہے؟ اس کے بارے میں لکھئے۔

س5 شرارت کی پڑیا کیسے کہا گیا ہے اور کیوں؟

کھلونے

تارا پھر سے اسکول جانے لگی۔ اب اس کے لیے سب کچھ نیا تھا۔ اس کے اسکول کے کپڑے، ٹیچر، کتابیں، یہاں تک کہ اس کے دوست بھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ ان تمام نئی چیزوں کے بارے میں کیسا محسوس کر رہی ہے۔ تارا نے سوچا، کچھ ایسا ہونا آسان ہے جسے آپ جانتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔’’ اس لیے، اس نے اپنا پسندیدہ کھلونا اپنے اسکول کے بستے میں رکھ لیا۔ لیکن آج صبح تارا کی ماں نے اُس کے بستے سے اس کا پسندیدہ کھلونا نکال دیا۔ یہ دیکھ کر تارا غم زدہ ہوگئی۔ اس کا چہرہ اُداس ہوگیا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ اسکول تک چپ چاپ چلتی رہی۔

اسکول پہنچ کر تارا ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی رہی۔ کئی بچے اس کے ساتھ کھیلتے تھے، لیکن آج وہ ان کے ساتھ نہیں کھیلی۔ گھنٹی بجی۔ تمام بچے اپنی اپنی جماعتوں میں چلے گئے۔ لیکن تارا وہیں بیٹھی رہی۔ ایک ٹیچر نے تارا کو دیکھا اور اُسے اپنی جماعت میں جانے کو کہا۔ تارا آہستہ آہستہ اپنی جماعت میں چلی گئی، لیکن اس نے کسی سے بات نہیں کی۔ ٹیچر اور بچوں نے اس سے بات کرنے کوشش کی، لیکن تارا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جماعت میں ڈھیر سارے کھلونے تھے۔ کچھ بچے ان کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تبھی ایک ٹیچر بڑا بستہ لے کر آئی۔ وہ بچوں کو تحفے دینے لگی۔ تحفے لے کر سب بچے خوش ہوگئے۔ تارا نے جھجکتے ہوئے اپنا تحفہ اٹھایا اور پیاکٹ کھولا۔ اندر کا نظارہ دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ اُس کو تعجب ہوا، اس میں اس کا پسندیدہ کھلونا تھا جسے اس کی ماں نے صبح اسکول کے بستے سے نکالا تھا۔

Writer : Rachpaal Singh Rasel, Monika & Tripta Thakur Translator : Saira Bano Illustrator : Partho Sen Gupta

کھلونے

س1 تارا کے لیے کیا کیا نیا تھا؟

س2 تارا چپ چاپ ایک کونے میں کیوں بیٹھ گئی؟

س3 اگر آپ کا کوئی دوست اُداس یا خفا ہو جائے تو آپ اسے کیسے منائیں گے؟

س4 آپ کون کون سے کھیل کھیلتے ہیں؟ ان کی فہرست بنائیے۔

س5 اپنے کسی پسندیدہ کھیل کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

بہت دنوں بعد

بہت دن گزر گئے ۔اسکول میں کوئی ہلچل نہیں ہے۔ بچے جیسے اسکول کا راستہ ہی بھول گئے ہوں ۔ہم پر تو دھول بھی جمع ہوگئی ہے۔ ہاں ، چند مہینوں پہلے ہماری صفائی کی گئی تھی ،''ایک کرسی نے کہا۔تبھی دوسری بڑی کرسی نے کہا'' پہلے تو ہم ہر تقریب کو سنتے تھے اور بیچ بیچ میں دیکھ بھی لیتے تھے۔ مجھے تو وہ ڈرامہ ابھی تک یاد ہے،جس میں بڑی اور چھوٹی کرسیوں کے ذریعے بڑوں کے درمیان چھوٹوں کی بات کی اہمیت کو سمجھایا گیا تھا۔

یہ سن کر چھوٹی کرسی چہک کر بولی،''تبھی تو میں یہاں ہوں ۔اور آپ سب میری بات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں ۔اسی کے ساتھ میں ایک خوشخبری دوں گی ۔آپ سب سن کر خوشی سے ناچنے لگیں گی۔''''تو جلدی بتاؤ کون سی خبر سنانے والی ہو؟'' بڑی کرسیوں نے کہا'' خبر یہ ہے کہ آنے والے پیر کے دن اسکول میں وہی چہل پہل ہوگی اور بچوں کے استقبال کے لیے ایک تقریب منعقد ہوگی۔'''' خبر پکی ہے!'' چھوٹی کرسیوں کو صاف کرتے کرتے سریش انکل اپنے آپ میں ہی بتا رہے تھے،'' بچے پھر اسکول آئیں گے،کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے، جھوم جھوم کر ناچ ناچ کر سب کو گیت سنائیں گے۔'' سریش انکل کرسیاں صاف بھی کر رہے تھے اور گنگنا بھی رہے تھے۔ اسکول دوبارہ کھلنے سے ان کے چہرے بھی کھلے ہوئے تھے۔وہ بھی بچوں کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھے۔

Writer : Meena Sharma Illustrator : Shubham Lakhera

بہت دنوں بعد

س1 کہانی میں کون کون ہیں؟ نام لکھئے۔

س2 چھوٹی کرسی کس سے، کیا بولی؟

س3 ''خوشخبری'' لفظ کے معنی سمجھاتے ہوئے ایک جملہ لکھئے۔

س4 سریش انکل نے جو گیت گنگنایا ہے، اس کا مطلب بتائیے۔

س5 آپ کب کب خوش ہوتے ہیں اور کیوں؟

س6 دو سال بعد اسکول جا کر آپ کو کیسا محسوس ہوا؟ ایسے احساسات چند جملوں میں لکھئے۔

فٹبال

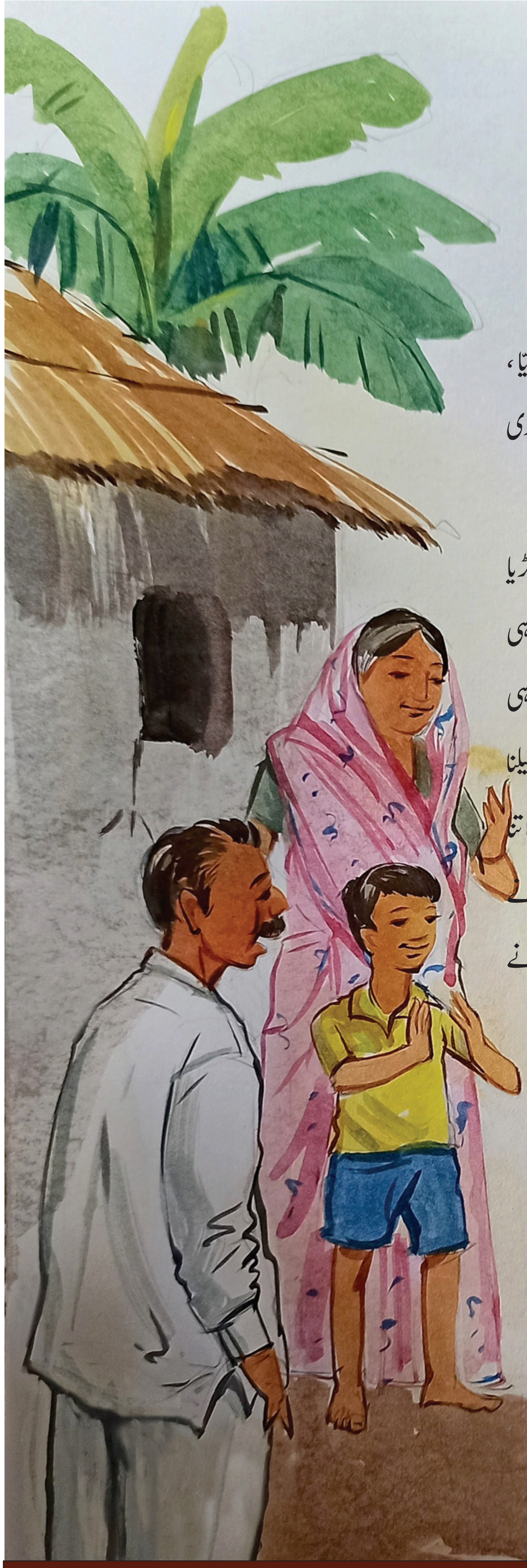

ریحانہ کے گھر کے پاس بازار لگا ہے۔ وہ اپنے بھائی راشد سے کہتی ہے، ’’بھیّا، چلو کچھ لے کر آتے ہیں۔‘‘ راشد تیار ہو گیا۔ دونوں دادی کے پاس پہنچے۔ دادی ماں نے ان سے پوچھا، ’’کیا لاؤ گے تم دونوں؟‘‘

راشد بولا، دادی ماں، مجھے موٹر کار پسند ہے۔ میں موٹر ہی لوں گا۔ ریحانہ کو گڑیا پسند ہے تو اس کے لیے گڑیا ہی لیں گے۔‘‘ ’’تمھیں کیسے معلوم کہ میں گڑیا ہی لوں گی؟‘‘ ریحانہ نے پوچھا۔ ’’کیوں کہ تو گڑیا ہی ہے۔ لڑکیاں گڑیوں سے ہی کھیلتی ہیں۔‘‘ راشد نے کہا۔ ’’ایسے تو تم گڈے ہو اور تمھیں گڈے سے ہی کھیلنا چاہئے۔‘‘ ریحانہ نے کہا۔ راشد کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ اس نے اتنا ہی کہا، اور تو پھر تو کیا لوگی؟‘‘ ’’میں لوں گی فٹبال۔‘‘ کہتے ہوئے ریحانہ نے پاؤں سے ہوا میں لات ماری اور اوپر دیکھا۔ دادی ماں مسکرائی۔ پھر انھوں نے دونوں کو ان کی پسند کے مطابق کھلونے خریدنے کے لیے پیسے دیئے۔

Writer : Komal

Illustrator : Sushanto

فٹبال

س1 ریحانہ اور راشد دادی ماں کے پاس کیوں گئے؟

س2 بازار میں آپ کو کھیلنے کے علاوہ اور کون کون سی چیزیں دکھائی دیتی ہیں؟

س3 لڑکیوں کو گڑیوں سے ہی کھیلنا چاہیے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

س4 ریحانہ نے اپنے لیے فٹبال کو کیوں منتخب کیا؟

س5 کن کن چیزوں کا استعمال کون کون سے کھیل کھیلنے کے لیے کیا جاتا ہے؟

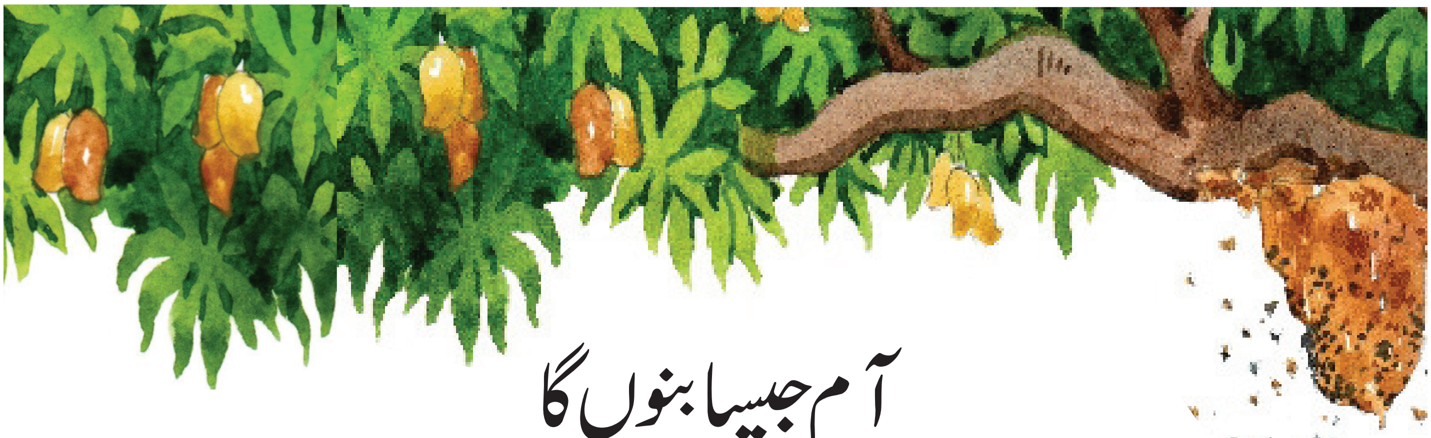

آم جیسا بنوں گا

ایک باغ تھا۔ اس میں آم اور انجیر کے درخت تھے۔ بچے ہر روز باغ میں کھیلنے جاتے تھے۔ وہ آم کے درخت پر چڑھتے اور خوب لطف اندوز ہوتے اور رسیلے آم بھی توڑ کر کھاتے تھے۔ انجیر کا درخت آم کے درخت سے چھوٹا تھا۔ اُسے آم کی درخت کی خوش حالی دیکھ کر بہت کڑھن ہوتی تھی۔ وہ بات بات پر چڑ جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس پر نہ تو کوئی چڑھتا تھا اور نہ ہی کوئی پرندہ اس پر اپنا گھونسلہ بناتا تھا۔ انجیر کے پھل پکتے اور گر جاتے تھے۔ بچوں نے اسے بھلا دیا تھا۔

ایک دن شہد کی مکھیوں کا ایک جھنڈ وہاں آیا۔ اُنہیں انجیر کا درخت بہت پسند آیا۔ رانی مکھی نے انجیر کے درخت پر چھتہ بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن انجیر نے کہا، ''خبردار! جو کوئی میرے پاس آئی۔'' یہ سن کر شہد کی مکھیوں نے اپنا چھتہ آم کے درخت پر بنانا چاہا، تو آم نے ان کا بھرپور خیر مقدم کیا۔

کچھ دنوں بعد ایک لکڑہارا آیا۔ وہ آم کا درخت کاٹنے لگا، شہد کی مکھیاں تو اس کی دوست تھیں، انہوں نے بھن بھنا کر لکڑہارے کو بھگا دیا۔ جب لکڑہارے کی نظر انجیر کے درخت پر پڑی تو وہ خوش ہو گیا، کیوں کہ اس پر کوئی بھی چھتہ نہیں تھا۔ لکڑہارا انجیر کا درخت کاٹنے لگا۔ درخت درد سے کراہ اُٹھا۔ اس نے مدد مانگی، لیکن شہد کی مکھیوں نے انکار کر دیا۔ تب آم نے کہا، ''انجیر بھی ہمارا پڑوسی دوست ہے۔ اس کے پکے پھل بہت سے جانور اور پرندوں کے کام آتے ہیں۔''

بس پھر کیا تھا! شہد کی مکھیاں لکڑہارے پر ٹوٹ پڑیں۔ لکڑہارا بھاگ گیا۔

انجیر کے درخت نے سوچا، ''ہم سب کو مل کر رہنا چاہئے۔''

Writer : Babita Varma, Pratapgarh Illustrator : Subham Lakhera

آم جیسا بنوں گا

س1 بچے روز باغ میں کیا کرتے ہیں؟

س2 شہد کی مکھیوں اور آم کے درخت کی دوستی کیسے ہوئی؟

س3 شہد کی مکھیوں نے انجیر کی مدد کیوں کی؟

س4 درخت سے ہمیں کیا کیا فائدے ہیں؟

س5 درخت کیوں نہیں کاٹنے چاہیئے؟

ہمارا سنگیت

ایک دن کی بات ہے۔ کپ (پیالی) اور پلیٹ (رکابی) میز کے ایک کونے میں سو رہے تھے۔ اچانک! چمچہ کی کھٹ پٹ سے اُن کی نیند ٹوٹ گئی۔ نیند ٹوٹتے ہی وہ چلائے، ''تمہیں دکھتا نہیں، ہم سو رہے ہیں۔'' چمچہ مایوسی سے بولا، ''دوست میں کیا کروں۔ جب جس کا دل چاہے، مجھے اِدھر سے اُدھر پٹخ دیتا ہے۔ میں اپنا درد کس سے کہوں؟ میرا درد سمجھنے والا تو کوئی بھی نہیں ہے۔'' کپ اور پلیٹ کو لگا کہ وہ صحیح بات کہہ رہا ہے۔ وہ بھی بول اُٹھے، ''صحیح کہا، ہمارا درد بھی کم نہیں ہے۔ اچانک! ہمارے اوپر گرم پانی ڈال دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو اُف! ٹھنڈا پانی بھی ڈال دیتے ہیں لوگ۔ تم بھی تو ہمارا حال سمجھنے کی کوشش کرو۔''

دونوں کی باتیں سن کر میز سے بھی رہا نہیں گیا۔ وہ بولا ''تم سب لوگ ہر وقت مجھ پر سوار رہتے ہو۔ میرا کیا حال ہوتا ہوگا، یہ تم لوگوں کو کیا پتہ؟ یہ تو صحیح نہیں ہے۔ اس کا کچھ تو حل نکلنا چاہئے!'' چمچہ، کپ اور پلیٹ مل کر شور مچانے لگے، ''ہمیں انصاف چاہئے۔''

تبھی گھر کی مالکن کسی کاریگر کو لے کر آ گئی، ''ذرا دیکھو تو سہی، یہ میز کئی دنوں سے ڈگمگا رہی ہے، اسے صحیح کر دو، ورنہ سارے برتن گر جائیں گے۔'' کاریگر نے میز کی پیٹھ پر دو کیلے ٹھونک دیئے۔ میز تھرا کر رہ گئی۔ اس کے جاتے ہی میز نے رونی صورت بنا کر کہا، ''اب بتاؤ کس کا دکھ زیادہ ہے۔'' میز کی باتیں سن کر سب کو لگا کہ وہ صحیح کر رہا ہے۔ اس کا دکھ بھی کم نہیں ہے۔

پھر تو کپ، چمچہ، پلیٹ۔ سبھی کھنکھنا کر بجنے لگے۔ ڈش بولی، ''ہمیں دکھ میں بھی ہنستے رہنا چاہئے۔'' چمچہ بولا ہمارا بجنا ہی تو ہمارا سنگیت ہے۔''

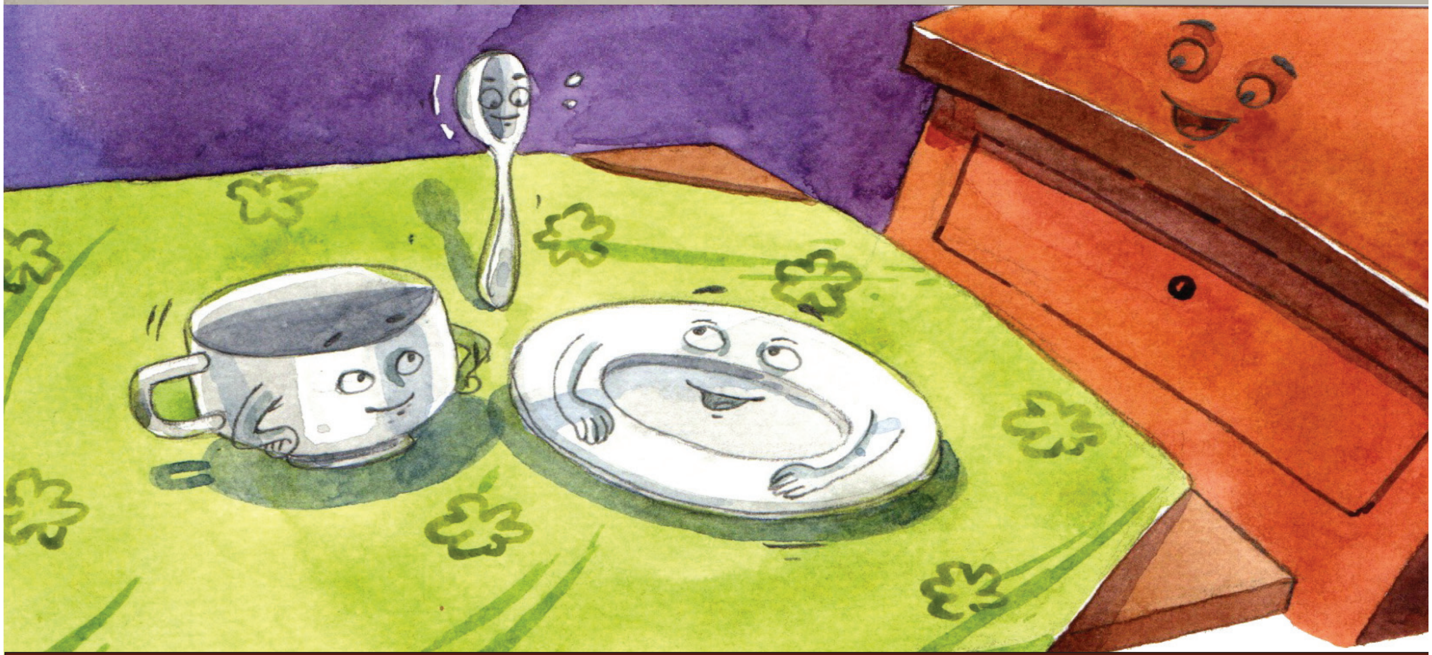

Writer : Saumitra
Translator : Saira Bano
Illustrator : Shubham Lakhera

ہمارا سنگیت

س1 کپ اور پلیٹ کی نیند کیسے ٹوٹی؟

س2 چمچے نے اپنی صفائی میں کیا کہا اور کیوں؟

س3 سنگیت بجانے والے کچھ آلات کے نام لکھئے۔

------------ ------------ ------------ ------------

------------ ------------ ------------ ------------

س4 آپ کے خیال میں کہانی میں سب سے زیادہ درد کس کو محسوس ہوا ہوگا؟

س5 ڈش بولی، ''ہمیں دکھ میں بھی ہنستے رہنا چاہئے۔'' کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟ کیوں؟

''چڑیا، بچّے، بادل، فضاء، خوشی'' ان تمام الفاظ سے کوئی کہانی سوچ کر لکھئے۔

ریاضی کی کاپی

روز کی طرح ماں نے دلجیت کو آواز دی کیوں کہ دلجیت ابھی تک بستر پر تھی۔ آج وہ اسکول جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اس وقت ماں کو بس کے ہارن کی آواز سنائی دی، ماں نے اونچی آواز میں کہا دلجیت! کیا تمھیں آج اسکول نہیں جانا ہے؟ دلجیت نے بستر پر لیٹے لیٹے کہا کہ ہاں ماں آج میرا ارادہ اسکول جانے کا نہیں ہے۔

ماں کوئی دوسرا سوال کرتی اس سے پہلے ہی بس کا ہارن دوبارہ بج چکا تھا۔ تقریباً دو گھنٹہ بعد دلجیت سو کر اٹھی تو وہ بہت اداس تھی۔ ماں اس کے پاس گئی لیکن دلجیت آنکھیں بند کیے یوں ہی پڑی رہی۔ کچھ دیر تک اس نے کسی سے بات نہیں کی، ماں نے اس سے ناشتہ کرنے کو کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صبح سے دوپہر ہوگئی تو ماں نے اس سے کہا تم آج اسکول تو نہیں گئی لیکن اپنا ہوم ورک تو مکمل کرلو۔ دلجیت چپ ہی رہی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں اور خاموشی سے اپنے کمرے میں جا کر اس نے اپنا بستہ کھولا اور اس میں سے ریاضی کی کاپی نکالی اور کچھ اوراق کو الٹ پلٹ کیا۔ ایک ورق پر اسٹار بنا ہوا تھا اور دوسرے ورق پر ایک مسکراتا چہرہ بنا ہوا تھا۔ کہیں کہیں پر غلطی ہونے پر گولے کا نشان بھی تھا۔ کاپی کے آخری صفحہ پر نیلم میڈم کے دستخط تھے۔ دلجیت نے نیلم میڈم کے نام پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ آج سے اس کے اسکول کی سب سے پیاری ٹیچر اس کو اسکول میں نظر نہیں آئے گی۔ دلجیت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کاپی بند کر کے گلے سے لگا لیا۔

Writer : Surjeet, Daljeet, Meena Sharma, Dharamvir
Illustrator : Habib Ali

ریاضی کی کاپی

س1 ماں نے دلجیت کو آواز کیوں دی؟

س2 دلجیت اسکول کیوں جانا نہیں چاہتی تھی؟

س3 نیلم میڈم کے دستخط دیکھ کر دلجیت کیوں مایوس ہوگئی؟

س4 دلجیت نے کاپی کو کیوں گلے سے لگالیا؟

س5 اپنی پسندیدہ ٹیچر کے بارے میں کچھ جملے تحریر کیجئے۔

میری جیسی

ایک ہفتہ بعد عید آنے والی تھی۔ آج اِتوار کا دن تھا اسی لیے امّی اور ابّو گھر کی صاف صفائی میں لگے ہوئے تھے کیوں کہ عام دنوں میں امّی، ابّو کو دفتر سے فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ صاف صفائی میں تھوڑی بہت مدد ضویا بھی کر رہی تھی یعنی کام اور زیادہ کر رہی تھی۔ کتابوں کی الماری صاف کرتے وقت تمام کتابیں ابّو میز پر رکھے تھے اور وہ ایک ایک کتاب کو صاف کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔ ضویا جو کہ کتابوں کو بہت دیر سے الٹ پلٹ کر رہی تھی اس نے ابّو سے پوچھا، ''ابّو پڑھنے اور لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟''

''ابّو نے کہا بیٹا! پڑھ لکھ کر کلرک، ڈاکٹر، ٹیچر اور بہت کچھ بن سکتے ہیں۔ تم کیا بنوگی؟ ڈاکٹر بنوگی؟'' ابّو نے ایک اور کتاب صاف کر کے الماری میں رکھتے ہوئے پوچھا؟ دادا جی نے چارپائی پر لیٹے لیٹے کہا کہ نہیں نہیں ہماری ضویا تو ٹیچر ہی بنے گی۔ کرسی پر بیٹھی دادی نے کہا، تاکہ اپنے گھر کو بھی وقت دے سکے۔'' لیکن ابّو میں تو...... ''ضویا اپنی بات پوری کر رہی تھی کہ اس سے پہلے ہی اس کے ابّو نے کہا تم تو پڑھ کر انجینئر ہی بننا اور میرا ادھورا خواب پورا کرنا۔'' لیکن ابّو میں تو...... ''ماں نے کہا تم پہلے اچھی انسان بننا۔ امّی نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ہاں لیکن میں کیا بننا چاہتی ہوں؟ مجھ سے بھی تو کوئی پوچھ لیجیئے۔ ضویا چلاتے ہوئے کہنے لگی۔ ہاں ہاں بتاؤ تو تم کیا بننا چاہتی ہو؟۔ سبھی نے ایک آواز میں پوچھا۔ میں تو میری جیسی بننا چاہتی ہوں۔ ضویا کی یہ بات سن کر سب ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھنے لگے۔

Writer : Meena Sharma

Illustrator : Habib Ali

میری جیسی

س1 امّی ۔ابّو گھر میں کیا کر رہے تھے؟

س2 اس کہانی میں ضویا کو کیا کیا بننے کی بات کی گئی ہے؟

س3 میں کیا بننا چاہتی ہوں مجھ سے بھی کوئی پوچھ لیجئے؟ ضویا نے ایسا کیوں کہا؟

س4 آپ کے مطابق ایک اچھے انسان میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئے؟

س5 آپ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں اور کیوں؟

مزیدار پراٹھا

آج صبح تنویر اسکول کے لیے تیار ہونے کے بعد اپنا لنچ باکس کھولا یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کی ماں نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے۔ واہ! آلو کے پراٹھے! وہ خوش ہو گیا۔ تنویر کو اپنی ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا پراٹھا بہت پسند ہے۔ اس کو یہ اتنا پسند ہے کہ وہ یہ پراٹھا کسی کو دینا بھی پسند نہیں کرتا اور وہ اس کو فوری کھا لیتا ہے۔ لیکن آج ایسا نہیں ہوا۔ اسکول جاتے وقت تنویر نے ایک لڑکے کو دیکھا وہ لڑکا اس کا ہم عمر تھا ۔وہ کچرے کے ڈبے سے کچھ نکال رہا تھا۔ تنویر نے رک کر اس کو دیکھا۔ وہ لڑکا کچرے دان میں سے کچھ بچا ہوا کھانا نکال کر کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر تنویر کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے اپنا اسکول بستہ کھولا اور لڑکے کو پراٹھے دے دیئے اور تھوڑی دیر تک تنویر اس لڑکے کو دیکھتا رہا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر وہ تنویر کی طرف دیکھ کر بولا یہ بہت لذیذ ہے۔ یہ سن کر تنویر کو بہت اچھا محسوس ہوا اور وہ خوشی خوشی اسکول پہنچ گیا۔ جلد ہی لنچ کا وقت ہو گیا۔ تنویر کو بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنا بستہ کھولا اور اس میں سے لنچ باکس نکالا پھر ایک لمحہ کے لیے اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ لیکن اس نے خالی لنچ باکس کو دیکھتے ہوئے اپنے بستہ میں رکھ لیا۔

کچھ دیر بعد اسکول کی آج گھنٹی بجی تنویر دوڑتے ہوئے اپنے گھر پہنچا اور سیدھے باورچی خانہ میں چلا گیا اور اپنی ماں سے کہا ماں مجھے کھانے کے لیے کچھ دو۔ ماں نے حیران ہو کر تنویر سے پوچھا کیا تم کو پراٹھے پسند نہیں آئے؟ تنویر نے لڑکے کے بارے میں سوچا اور اپنی ماں سے کہا وہ تو بہت لذیذ تھے۔

Writer : Daljeet Kaur   Translator : Saira Bano   Illustrator : Partho Sen Gupta

مزیدار پراٹھا

س1 تنویر کیسا لڑکا ہے؟

س2 اسکول جاتے وقت تنویر نے کیا کیا اور کیوں؟

س3 آلو کے علاوہ اور کن کن چیزوں سے پراٹھے بنائے جاتے ہیں؟

---------- ---------- ---------- ----------

---------- ---------- ---------- ----------

---------- ---------- ---------- ----------

س4 بھوک لگنے کے بعد بھی تنویر نے خالی توشہ دان مسکرا کر اپنے بستہ میں کیوں رکھ لیا؟

س5 کیا آپ کے یا آپ کے کسی دوست کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ اگر ہاں تو اس کے بارے میں لکھئے۔

چپی کی ٹوٹی چپی

ایک تھی چپی وہ چپ چاپ رہتی تھی۔ وہ اپنی کھڑکی سے باہر گھنٹوں جھانکتی تھی۔ باہر سے بہت ساری آوازیں آتی تھی۔ چڑیا کی چوں چوں اور کوّے کی کائیں کائیں اور طوطے کی ٹائیں ٹائیں چڑیا چوں چوں کرتی ہے۔ کوّا کائیں کائیں کرتا ہے۔ اور طوطا ٹائیں ٹائیں کرتا ہے اور چپی کان لگا کر سنتی ہے۔ وہ سوچتی ہے۔ میں کیا کرتی ہیں چپ چاپ رہنے والی چپی اتنا سوچتی ہے کہ دن ڈھل جاتا ہے۔ شام ہو جاتی ہے۔ بھلا چپی کو یہ بات کون بتاتا! اس کا تو کوئی دوست تھا ہی نہیں۔ پھر ایک دن اچانک! چپی کو یہ گانا سنائی دیا......

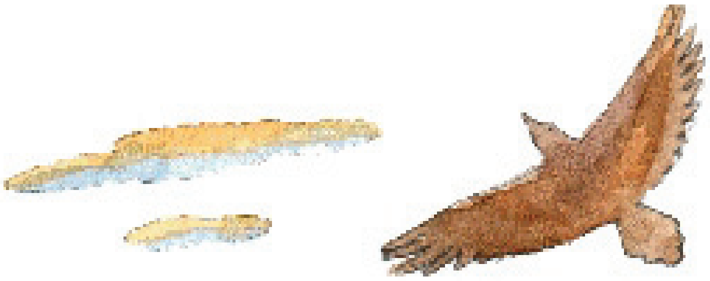

چپ چپ چپی
کیوں ہے یہاں اندھیرا گپ
کرلیں باتیں ہم اور تم
گپ چپ۔ گپ۔ چپ گپ۔ چپ۔ گپ!

یہ گانا سن کر چپی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کی بھولی بھالی آنکھیں آواز کو تلاش کرنے لگی ۔ ارے یہ مجھے کس نے پکارا۔ دیکھو دیکھو، اوپر درخت پر، یہ میں ہوں چوں چوں کیا تم میری دوست بنوگی؟ مالو کوّا اور ہریا طوطا بھی میرے دوست ہیں۔ چپی نے خوش ہو کر ہاں کہتے ہوئے سر ہلایا۔ ارے کیا تم بولتی نہیں؟ چوں چوں پھدک کر چپی کے بہت قریب آ گئی۔ اس بار چپی نے نہ کرتے ہوئے سر کو ہلایا۔ ارے! یہ پھر اُداس ہو گئی۔ چوں چوں کو سمجھ میں آ گیا کہ چپی اُداس کیوں ہو گئی۔ چوں چوں چہچہائی تو مالو اور ہریا بھی چپی کے پاس آ گئے۔ ہریا تو چپی کے کاندھے پر بیٹھ گیا۔ چپی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ کچھ ہی دیر میں چپی چوں چوں مالو اور ہریا اشاروں میں باتیں کرنے لگے وہ دوست جو بن گئے تھے وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں؟

Writer : Shiv Kumar
Illustrator : Shubham Lakhera

چپی کی ٹوٹی چپی

س1 اس کہانی میں کونسا گیت گنگنایا گیا ہے؟

س2 چپی کا کوئی دوست کیوں نہیں تھا؟

س3 کیا تم میری دوست بنوگی۔ کس نے کس سے اور کیوں کہا؟

س4 آپ کے کون کونسے دوست ہیں ان کی ایک فہرست تیار کیجئے۔

س5 چپی، چڑیا، مالو اور ہریا آپس میں کیا باتیں کرتے ہوں گے۔ تحریر کیجئے۔

سڑک پر دوڑتی تیزو

تیزو سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ اس نے کئی موٹر سیکلوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ تیزو گنگنا رہی تھی......

سر سر سڑک پر میں دوڑوں

تیز تیز میں چلتی چلی جاؤں

پیچھے چھوڑوں اسکوٹر سیکل

ٹرنگ ٹرنگ ٹرنگ کرتی جاؤں

آج تو تیزو ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ تیزو کو دو مقامات بہت پسند ہیں۔ ایک تو سڑک اور دوسرا ندی کا خاموش کنارہ۔ سڑک اس لیے کیوں کہ وہاں دوڑ لگانے میں مزہ آتا ہے۔ اور نہر کا کنارہ اس لیے کہ مچھلی کی طرح مست دوڑتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے بجلی چمکی ہے۔ پھر بڑے بڑے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں اتنا مزہ آتا ہے کہ بس گھوڑے بیچ کر سو جاتی ہے۔ تیزو روزانہ دفتر جاتی ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے مل کر خوب گپے مارتی ہے۔ آج شام تیزو کرانہ کی دوکان پر گئی تھی اور وہاں سے بہت سارا سامان لے کر آئی تھی۔ دوسرے دن تیزو کو کہیں جانے کا موقع نہیں ملا۔ اندھیرا ہو گیا تھا۔ آج کا دن بیکار گیا۔ تیزو نے سوچا۔ کل جب گھر سے باہر نکلوں گی۔ تب جم کر دوڑوں گی۔

کل کا دن آیا۔ ارے! آج بھی کہیں جانا نہیں ہوا۔ دوسرا دن، تیسرا دن، پورا ماہ گزر گیا......لیکن تیزو کہیں نہیں جا سکی۔ تیزو ناراض ہو کر گھر کے پیچھے گیا رتج میں جا کر کھڑی ہو گئی اور مکمل ایک سال گزر گیا۔ تیزو کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اس کی ناراضگی اب اداسی میں بدل گئی تھی۔ اچانک ایک دن تیزو گیا رتج سے باہر آ گئی اور اس پر نیا رنگ چڑھ گیا۔ گیرس لگ گیا، پہیوں میں ہوا بھر دی گئی اور تو اور ایک نئی چمکتی ہوئی گھنٹی بھی لگائی گئی۔ تیزو پھر سے چمکنے لگی۔ دوسرے ہی دن اس کی پینڈل پر ٹفن بھی لٹک گیا تھا۔ تیزو ایک مرتبہ پھر سڑکوں پر دوڑنے کے لیے تیار تھی۔

Writer : Deepti, Roshan, Surjeet, Ratnesh

Illustrator : Shubham Lakhera

سڑک پر دوڑتی تیزو

س1 تیزو کو سڑک اور نہر کا خاموش کنارہ کیوں پسند تھا؟

س2 تیزو کیا گنگنا رہی تھی؟

س3 تیزو دفتر کے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا گفتگو کرتی ہوں گی؟

س4 ایک سال تک تیزو کہاں نہیں جا سکی اور کیوں؟

س5 آپ کو کونسی جگہ پسند ہے اور کیوں؟

تیرا آسمان

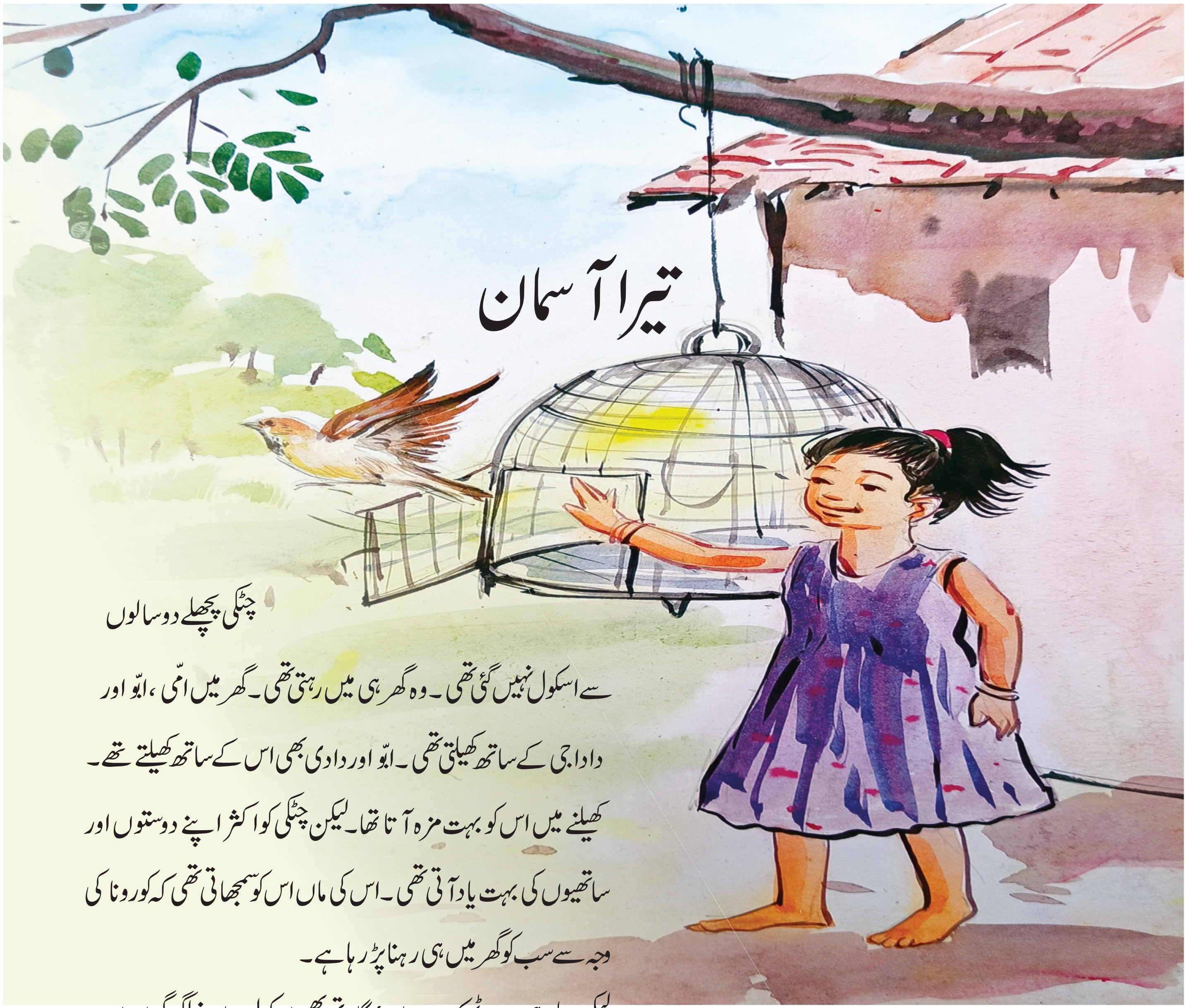

چٹکی پچھلے دو سالوں سے اسکول نہیں گئی تھی ۔ وہ گھر ہی میں رہتی تھی ۔ گھر میں امّی ، ابّو اور دادا جی کے ساتھ کھیلتی تھی ۔ ابّو اور دادی بھی اس کے ساتھ کھیلتے تھے ۔ کھیلنے میں اس کو بہت مزہ آتا تھا ۔ لیکن چٹکی کو اکثر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی بہت یاد آتی تھی ۔ اس کی ماں اس کو سمجھاتی تھی کہ کورونا کی وجہ سے سب کو گھر میں ہی رہنا پڑ رہا ہے ۔ لیکن جلد ہی سب ٹھیک ہو جائے گا ۔ تم بھی اسکول جانے لگو گی اور اپنے دوستوں سے مل سکو گی ۔ شام کا وقت تھا ۔ چٹکی اپنی چھت پر پتنگ اُڑا رہی تھی ۔ ہوا بھی خوب چل رہی تھی ۔ کچھ ہی وقت میں پتنگ بہت اوپر چلی گئی ۔ چرخی سے دھاگہ ختم ہو گیا تھا اور پتنگ چٹکی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ۔

پتنگ نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا دوست میں تو چلی کھلے آسمان کی سیر کرنے ۔ چٹکی اُداس ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گئی ۔

اچانک اس کی آنکھیں کھل گئی اس نے اپنے آپ کو بستر میں پایا ۔ وہ اُٹھ کر آنگن میں آ گئی ۔ تبھی اس کی نظر پنجرے پر پڑی ۔ پنجرے میں چھوٹی سی چڑیا اُداس بیٹھی تھی ۔ ابّو نے اس کو چٹکی کی سالگرہ کے موقع پر لا کر دیئے تھے ۔ چٹکی پنجرے کے پاس گئی اور اس نے چڑیا کو غور سے دیکھا ۔ پھر اس نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا اور بولی جا چڑیا تو بھی پتنگ کی طرح کھلے آسمان میں اُڑ جا ۔ میں تجھے بھی تیرا آسمان لوٹا رہی ہوں ۔

Writer : Utpal Mukhopadhyay Translator : Soumitra, Saira Illustrator : Susanta Das

تیرا آسمان

س1 چٹکی دو سال سے اسکول کیوں نہیں گئی تھی؟

س2 چٹکی اداس ہو کر کونے میں کیوں بیٹھ گئی؟

س3 پنجرے میں بیٹھی چڑیا کیوں اداس تھی؟

س4 لفظ پنجرہ پڑھنے کے بعد آپ کے دل میں جو الفاظ آ رہے ہیں انہیں تحریر کیجئے۔

س5 آپ کے مطابق چٹکی نے جو کیا وہ ٹھیک تھا، اگر ہاں ہے تو کیوں؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں؟

ایک نئی صبح

صبح کا وقت تھا۔سورج کی لالی چاروں طرف پھیل رہی تھی ۔ ہماری ٹولی کے سبھی لڑکے رلڑکیاں اچھل کود کررہے تھے۔کوئی آگے نکل جاتا تو کوئی پیچھے رہ جاتا تھااور سبھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا چاہتے تھے۔آصف ٹولی کے ساتھ چلنا چاہتا تھا،لیکن وہ ساتھ نہیں چل سکتا تھا کیوں کہ اس کو اپنی بیساکھیوں کے سہارے چلنا پڑرہا تھا۔تبھی اشفاق نے کہا،جلدی چلو دیر ہو جائے گی۔آصف نے ہاں میں ہاں بھری اور بیساکھی کے سہارے تیز تیز دوڑنا شروع کردیا۔اب ہماری ٹولی ایک ساتھ ایک چال سے بڑھتی جارہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ہم کھیت میں پہنچ گئے۔

وہاں داداجی ہمارا ہی انتظار کررہے تھے۔ان کو ہماری مدد کی ضرورت تھی اور ہم کو ایک نئے کام میں شامل ہونے کی خوشی ہورہی تھی۔ داداجی اشارہ کرکے بولے، وہ دیکھو مینڈھ پر پودے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ تمام پودے گڑھے میں بونے ہیں۔تبھی الطاف نے کہا، میں یہاں سے پودے اٹھا کر دینے کا کام کروں گا اور وہ ہمیں پودے دیتے جاتا ہم سبھی پودوں کو گڑھے تک پہنچاتے۔ پودوں کے لیے گڑھے داداجی نے پہلے سے تیار کررکھے تھے کچھ ہی دیر میں سارے پودے اپنی جگہ پہنچ گئے۔ہم میں سے ہر کوئی گڑھے میں پودا بو رہا تھا۔اوراس میں کھاد مٹی بھر رہا تھا۔داداجی بالٹی سے ہر ایک پودے میں پانی ڈالتے جارہے تھے۔صبح کے سورج کی لالی کی جگہ اب دھوپ نکل گئی تھی۔ کھلی دھوپ میں نئے نئے پودے چمک رہے تھے۔
اُنہیں دیکھ کر ہماری اور داداجی کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھی۔

Writer : Mukesh Pratap Singh

Illustrator : Sushanto

ایک نئی صبح

س1 بچوں کی ٹولی کہاں جا رہی تھی؟

س2 دادا جان بچوں کا انتظار کیوں کر رہے تھے؟

س3 ایسے پودوں کے نام لکھیئے جن کی صرف بیل ہوتی ہے؟

س4 درخت اور پودوں کو اُگنے کے لیے کون کونسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کیوں؟

س5 درخت اور پودے ہمارے لیے کیوں ضروری ہے؟ تحریر کیجئے۔

اسکول کے میدان کی ایک تصویر بنا کر اس پر ایک کہانی سوچ کر لکھیے۔

ٹفن باکس

پینکو مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ جب وہ اسکول جاتی ہے تب اس کی ماں اس کے ٹفن باکس میں پوری اور آلو کی سبزی، روئی اور گڑ رکھ دیتی ہے۔ کبھی کبھی ناریل کے لڈو بھی رکھ دیتی ہے۔

یہ تمام چیزیں پنکو کو بہت پسند ہیں۔ اسکول میں میرے اور بھی دوست ہیں۔ دوپہر کے کھانے کے وقت سب کے ٹفن باکس میں مزے دار اور لذیذ کھانے ہوتے ہیں۔

جس کو پینکو کے دوست مل جل کر کھاتے ہیں۔ گھر واپس ہوتے وقت پینکو کبھی کبھی میرے ٹفن باکس میں لکڑی، پھول، پتے اور گھاس بھر لاتی ہے جس کی وجہ سے مجھے بہت ہنسی آتی ہے۔

لیکن آج کل میں بہت اداس ہوں کیوں کہ پنکو کی ماں نے بہت دنوں سے میرے ٹفن باکس میں کھانے پینے کی کوئی بھی چیزیں نہیں رکھی۔ اب میرے ٹفن باکس میں صرف پنسل، ربر، کٹر اور رنگ ہی ہوتے ہیں۔

آج کل میں پنکو کے ساتھ اسکول بھی نہیں جاتا لیکن مجھے پوری امید ہے کہ جلد ہی اسکول کھلیں گے اور دوبارہ میرا ٹفن باکس لذیذ پکوانوں سے بھر جائے گا۔

Writer : Malini Mukherjee Translator : Soumitra, Saira Illustrator : Hariom Patidar

ٹفن باکس

1.یہ کہانی کس کے بارے میں ہیں؟

2.پنکو کو کھانا میں کیا کیا پسند تھا؟

3.گھر واپسی کے دوران پنکو ٹفن باکس میں کیا سامان بھر کر لاتی تھی؟

4.آپ کو کھانے میں کون کون سی چیزیں پسند ہیں؟ ان کے نام لکھیے؟

5.اپنے کسی بھی پسندیدہ کھانے کو بنانے کی ترکیب لکھیے۔

لال لیلیٰ

میں اور میٹھی کافی عرصے سے گھر میں رہ رہے ہیں۔

جب میٹھی چھوٹی تھی تب ہم دونوں روز ایک ساتھ سیر کے لیے جاتے تھے۔

ایک دن میٹھی کی شرارتی بلی نے میرا پیٹ پھاڑ دیا! میٹھی اس دن بہت روئی تھی۔ اس نے سوچا کہ میں تو مر ہی گئی۔ تب ماں نے میرے پیٹ میں روئی بھر دی۔ انہوں نے میرے پیٹ کو دھاگے سے سی دیا۔

میں پہلے جیسی ہو گئی ہوں۔ یہ دیکھ کر میٹھی کو بہت مزہ آیا۔ اس نے میرے جسم پر کالی اور پیلی دھاری دار پٹیاں لگا دی۔ اس نے بڑے پیار سے اسے لال رنگ سے رنگ دیا۔ اُس دن سے سب مجھے لال لیلیٰ کہہ کر پکارنے لگے۔

یہ نیا نام مجھے کمال کا لگا۔ ہا ہا ہا ہا!

لال لیلیٰ

1.اس کہانی کے کرداروں کے نام لکھیے؟

2. میٹھی کیوں روئی؟

3.آپ کو کن کن باتوں پر رونا آتا ہے؟لکھیے۔

4.اگر آپ کا کوئی دوست اُداس ہوجائے، تو آپ اسے ہنسانے کے لیے کیا کیا کریں گے؟

5.آپ اپنے کسی من پسند کھلونے کے بارے میں خاص بات لکھیے :

پنجوں کے نشان

احمد برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔اس کے سامنے ایک کتاب تھی۔کتاب پر لکھا تھا 'شیر کی کہانی'۔احمد کتاب پر بنے شیر کی تصویر کو غور سے دیکھنے لگا۔جیسے ہی اُس نے اپنا سر اٹھایا، سامنے ایک شیر کھڑا تھا۔شیر کو دیکھ کر احمد بہت خوش ہوا۔اُس نے جلدی سے کتاب اٹھائی اور شیر کو دکھائی۔

کتاب میں اپنی تصویر دیکھ کر شیر بہت خوش ہوا۔دونوں نے بہت ساری باتیں کیں۔شیر نے جنگل کی کچھ ایسی باتیں بھی بتائیں، جو اُسے معلوم نہیں تھی۔احمد نے آنکھیں بند کی اور شیر چلا گیا۔جانے سے پہلے وہ احمد کی کتاب میں اپنے پنجوں کے نشان چھوڑ گیا تھا۔

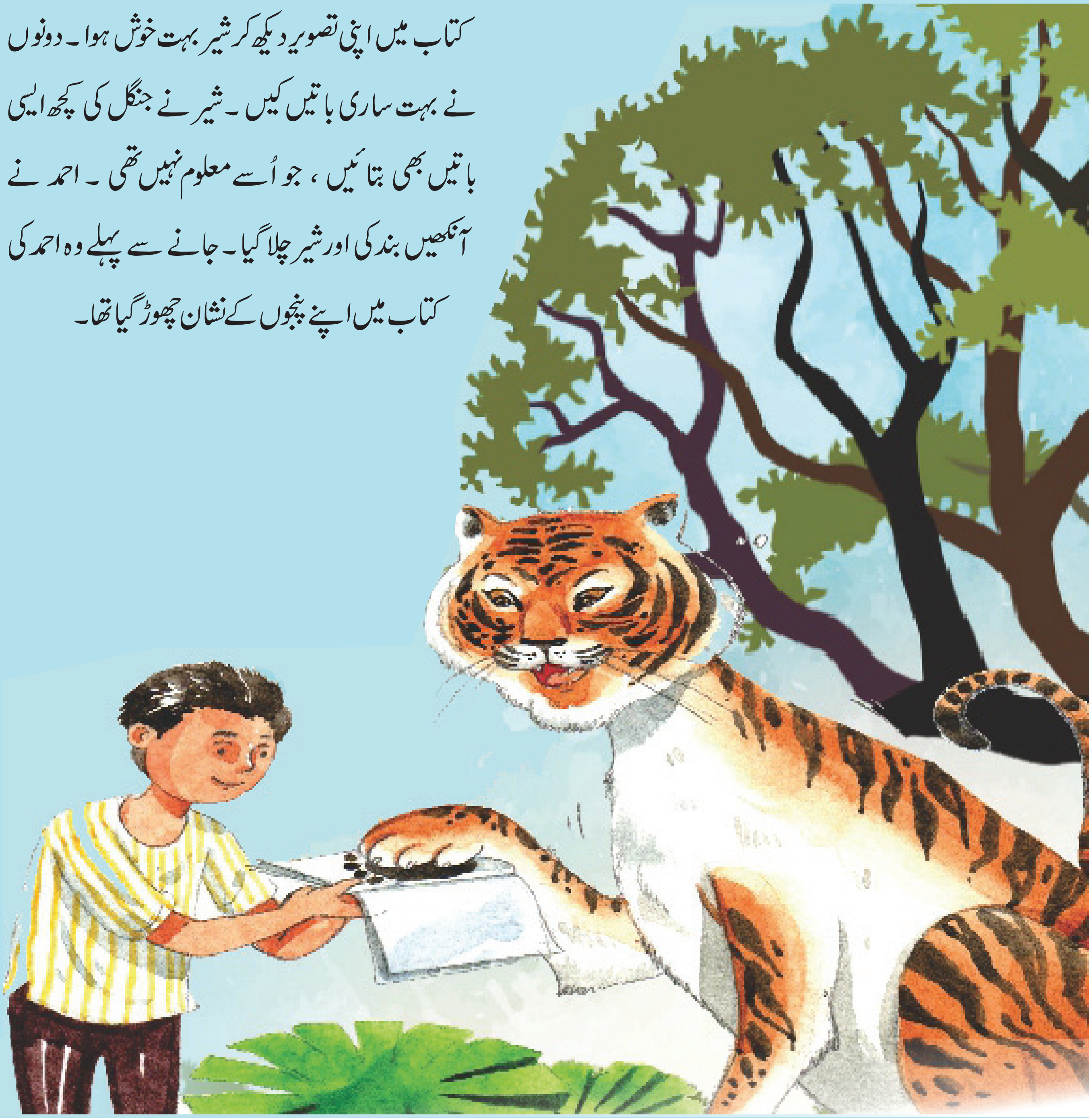

Writer : Saumitro Translator : Saira Bano Illustrator : Subham Lakhera

پنجوں کے نشان

1.احمد کے سامنے رکھی کتاب پر کیا لکھا تھا ؟

2. شیر کے سامنے آنے پر کیا کیا ہوا؟

3.شیر نے احمد کو جنگل کے بارے میں کیا کیا باتیں بتائی ہوگی؟ سوچئے اور لکھیے۔

4.اگر آپ کسی جنگل میں جائیں تو وہاں کیاکیا دیکھنے کو ملے گا؟ سوچ کر لکھیے۔

5.اپنے من پسندیدہ جانور کے بارے میں کچھ خاص باتیں لکھیے:

باجی کی شادی

کل باجی کی شادی تھی۔ آج باجی کی وداعی ہے۔ گھر میں سب غمزدہ ہیں۔ امجد خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ اسے باجی سے بچھڑنے کا غم ہے۔ پاپا نے بہت ساری نئی چیزیں خریدی ہیں۔ پلنگ، الماری، ٹیبل، سلائی مشین اور بھی نہ جانے کیا کیا۔ یہ سبھی سامان پاپا گاڑی میں رکھوا رہے ہیں۔ انہوں نے امجد کو آواز لگائی اور نئے برتن اٹھا کر لانے کو کہا۔

امجد نے پاپا سے پوچھا، ’’یہ سارا سامان کہاں جائے گا۔‘‘ پاپا نے بتایا، ’’یہ سب سامان داماد صاحب کے گھر جائے گا۔‘‘

’’مگر کیوں؟‘‘ امجد نے پھر پوچھا۔

’’بیٹا، شادی میں یہ سب سامان دیا جاتا ہے۔‘‘ ’’لیکن پاپا، باجی بھی جائے گی اور اتنا سارا سامان بھی؟‘‘

’’ہاں بیٹا، ایسا ہی ہوتا ہے۔‘‘ امجد کچھ سوچ کر بولا، ’’تو کیا بھائی جان کے گھر والے بھی ہمیں اتنا سارا سامان دیں گے؟‘‘

امجد کی بات سن کر پاپا سوچ میں پڑ گئے۔

Writer : Sandip Banerjee Translator : Saira Bano Illustrator : Subham Lakhera

باجی کے شادی

1.پاپانے کون کون سی نئ چیزیں خریدی تھیں؟ ان کے نام لکھیے۔

2. ''بھائی جان بھی ہمیں اتنا سارا سامان دیں گے؟'' امجد نے ایسا کیوں کہا لکھیے۔

3.اس کہانی میں کتنے کردار ہیں؟ ان کے نام لکھیے۔

4.پاپا سوچ میں کیوں پڑ گئے؟ سوچ کر لکھیے۔

5.-اس کہانی میں آگے کیا ہوا ہوگا، آپ کو کیا لگتا ہیں؟ لکھیے۔

پھول اور گلدان

ٹیبل کے اوپر ایک خالی گلدان رکھا تھا۔ بہت دنوں سے اُس میں کسی نے پھول نہیں سجائے تھے۔

اچانک کوئی آیا۔اس نے گلدان میں پھولوں کا ایک گچھا رکھ دیا۔گلدان کھل اٹھا۔

پھولوں نے پوچھا،''کیسا لگ رہا ہے؟''

گلدان نے کہا،''بہت اچھا لگ رہا ہے۔تم لوگوں کے آنے سے میری اداسی ختم ہو جاتی ہے۔''

''لیکن جب تم چلے جاتے ہو تو میں بالکل اکیلا ہو جاتا ہوں۔''اس کی باتیں سن کر پھول دکھی ہو گئے۔''کتنا اچھا ہوتا اگر تم بیج بن کر آتے اور ہم تمہیں کھلے آسمان کے نیچے مٹی کے پاس ملتے۔ہم بھی بارش کے بعد دھوپ سینکتے۔ہاں،تب میں ایک ہرا بھرا درخت بن جاتا۔ بہار کے موسم میں مجھ میں خوب پھول آتے اور پت جھڑ کے موسم میں بھی چڑیاں تنکے لینے آتیں۔''

''تب تم کبھی اُداس نہ ہوتے میرے دوست!'' کہتے ہوئے ایک دوسرے کی باتوں میں کھو گئے۔

Writer : Sandip Banerjee Translator : Saira Bano Illustrator : Subham Lakhera

پھول اور گلدان

1.گلدان نے پھولوں سے کیا کہا؟

2.پھول کیوں دُکھی ہوئے ؟

3.آپ کا کیا خیال ہے ، بہت دنوں سے گلدان میں پھول کیوں نہیں سجائے گئے تھے ؟

4.ہماری روزمرہ کی زندگی میں پھولوں کا کیا استعمال ہے ؟

5.آپ کا پسندیدہ پھول کون سا ہے اور کیوں؟

نیک اوصاف

1.اسکول سے واپس آتے ہی مُنی کیا کرتی تھی ؟

2. مُنی کی امی نے اس کے ابّو سے کیا کہا؟

3.آپ کو کیا لگتا ہے منی روز اپنا لنچ باکس بوڑے فقیر کو کیوں دیتی تھی؟

4. کیا آپ نے کبھی کسی کی مدد کی ہے، آپ کو تب کیسا لگا تھا؟

5.آپ کی پسندیدہ ڈش کیا ہے؟اسے بنانے کی ترکیب بھی لکھ دیں ؟

نیک اوصاف

جُوں ہی مُنی گھر میں داخل ہوئی تو اسکول کا بیگ ایک طرف پھینک کر ماں کی طرف دوڑی، ''ممّا جلدی کھانا دو۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔'' پچھلے کچھ دنوں سے مُنی کو کچھ زیادہ ہی بھوک لگ رہی تھی۔ اسکول سے آتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑتی۔ اُس کی ماں نے مُنی کے والد سے کہا، ''مُنی کو آج کل کچھ زیادہ ہی بھوک لگتی ہے۔ کسی ڈاکٹر کو دکھائیں۔ ہوسکتا ہے اُس کے پیٹ میں کیڑے ہوگئے ہوں۔ ایک تو وہ بڑے لنچ باکس میں لنچ بھی ساتھ لے کر جاتی ہے پھر بھی بھوکی ہوتی ہے۔'' مُنّی کے ابو نے کہا، ''مُنی دن بدن بڑی ہوتی جارہی ہے۔ بھوک تو لگے گی ہی، تم خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہو۔''

دوسرے دن مُنی کے ابّا کام سے جلدی ہی گھر لوٹنے لگے تو انہوں نے سوچا کیوں نہ مُنی کو اپنے ساتھ یہاں سے گھر لے جاؤں۔ وہ اسکول پہنچ کر مُنی کا گیٹ پر انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد اسکول کے گیٹ سے ننھے منے بچے نکلنے لگے تو اُن کی نظریں مُنی کو تلاش کرنے لگیں۔ لیکن یہ کیا مُنی گیٹ سے نکل کر بائیں جانب مڑ گئی۔ اس کے ابّا بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے گھاس پھوس کے ایک جھونپڑے کے پاس مُنی نے اپنا لنچ باکس ایک بوڑھے فقیر کے برتن میں اُنڈیل دیا اور پھر جھونپڑے سے باہر نکل آئی۔ سامنے اپنے ابّو کو دیکھ کر وہ سہم گئی لیکن ابّو نے مسکراتے ہوئے اُسے گلے لگایا۔

Writer : Parvaiz Ahmad Bhat

Illustrator : Progetta Graphics

بہادر بچّہ

عادل پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ کلاس کے سبھی بچے اسے موٹو، موٹو کے نام سے بلاتے تھے۔ کیوں نکہ عادل کا تھوڑا پیٹ نکلا ہوا تھا۔ عادل کو یہ موٹو نام بہت بُرا لگتا تھا۔ لیکن وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ ایک دن اسکول کے بچے پکنک پر گئے ہوئے تھے۔ وہ پیدل چلتے چلتے کافی دور نکل گئے۔

تبھی ایک بچہ ببلو ایک گہرے کھڈے میں گر گیا جس میں تھوڑا پانی بھی تھا۔ ببلو چھوٹا بھی تھا اور ہلکا بھی۔ آس پاس بھی کوئی نہیں تھا۔ بچے پریشان ہو گئے کہ ببلو کو کھڈے سے کیسے نکالا جائے۔ اتنے میں عادل کھیت کی باڑ میں بندھی ہوئی ایک موٹی رسی لے آیا۔ اُس نے رسی کا ایک سرا اپنی کمر کے ساتھ باندھ کر اُس کا دوسرا سرا کھڈے میں پھینکا، جس کو ببلو نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پھر عادل نے سب بچوں سے رسی اوپر کھینچنے کو کہا۔ عادل نے اپنی ایڑیاں زمین میں پوری طرح جما دی۔ تمام بچوں نے پورے زور کے ساتھ رسی کو کھینچنا شروع کیا تو کافی محنت کے بعد ببلو کو کھڈے سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ عادل کا پورا جسم پسینے سے تر تھا اور کمر پر رسی کا گہرا نشان پڑ گیا تھا جسے دیکھ کر سارے بچے ایک آواز میں شرمندہ ہو کر بولے ''عادل بھیا سوری۔''

Writer : Parvaiz Ahmad Bhat

Illustrator : Progetta Graphics

بہادر بچّہ

1. عادل کو کلاس کے بچّے کس نام سے پکارتے تھے اور کیوں ؟

2. ببلو کے ساتھ کیا ہوا؟

3.عادل کا جسم پسینے سے کیوں تر ہوا؟

4.اپنی بہادری کا کوئی واقعہ مختصراً لکھیے۔

5. کبھی آپ اسکول کی طرف سے پکنک پر گئے ہیں ؟اپنے پکنک کا احوال مختصراً لکھیے۔

آزادی کی اُڑان

روزی گاڑی میں بیٹھی اپنے امی ابو کے ساتھ کہیں جا رہی تھی۔ اس نے ایک شخص کو سڑک کے کنارے پنجرے نُما ٹوکرے میں کچھ رنگ برنگی خوشنما چڑیوں کے ساتھ دیکھا جو ان چڑیوں کو بیچ رہا تھا۔ اُن کو پنجرے میں دیکھ کر اسے ایسا لگا جیسے اس کا اپنا وجود قید کر لیا گیا۔ اُس کے دل میں آیا کہ اُن چڑیوں کو آزاد کرائے لیکن وہ بے بس تھی جیسے وہ خود قید میں ہو۔

اُس نے کار رُکوا کر اُس شخص سے پوچھا، ''آپ نے اِن چڑیوں کو پنجرے میں بند کیوں رکھا ہے؟'' اُس شخص نے بتایا، ''کہ میں ان کو بیچ کر اپنی روٹی روزی کماتا ہوں۔'' روزی نے والد سے ضد کی کہ اُسے یہ چڑیاں چاہیے۔ اس کے ابو نے خوشی خوشی جیب سے کچھ روپئے نکال کر اُس شخص کو دیئے تو اُس نے چڑیوں کا پنجرہ اُٹھا کر روزی کے حوالے کر دیا۔ پنجرے کو ہاتھوں میں لے کر روزی کے چہرے پر خوشی کے ہزاروں پھول کھل اُٹھے۔ اتنے میں روزی نے پنجرے کا مُنہ کھول دیا اور ساری رنگ برنگی چڑیاں آسمان کی طرف اُڑنے لگیں۔ روزی کو لگا جیسے وہ بھی اُن چڑیوں کے ساتھ آزاد فضا میں اُڑ رہی ہے۔

Writer : Parvaiz Ahmad Bhat

Illustrator : Progetta Graphics

آزادی کی اُڑان

1.روزی نے سڑک کنارے کیا دیکھا ؟

2. سڑک کنارے بیٹھا شخص چڑیوں کو کیوں بیچ رہا تھا؟

3.روزی نے پنجرے کو ہاتھوں میں لے کر کیا کیا ؟

4.سوچیے اور لکھیے کہ ہماری دنیا کو خوبصورت بنانے میں پرندوں کا کتنا حصہ ہے ؟

5.اپنے من پسندیدہ پرندے کے بارے میں کچھ خاص باتیں لکھیے: